دعوت دین --- عملی جہت

ڈاکٹر نذیر احمد شہیدؒ سے ایک انٹرویو

ڈاکٹر نذیر احمد شہیدؒ (شہادت: ۸ جون ۱۹۷۲ء) محتاج تعارف نہیں۔ آپ ایک مثالی کارکن اور قائد تھے۔ ان کی باتیں آج کے کارکنوں اور قارئین کے لیے راہ نما ہیں (مدیر)۔

سوال : ایک ایسے ضلع میں جو بڑے بڑے زمین داروں اور جاگیرداروں کا ضلع کہلاتا ہے' آپ جیسے قلیل الوسائل انسان کی کامیابی نہایت اہمیت رکھتی ہے۔ کیا آپ بتائیں گے کہ آپ کی عوام میں مقبولیت کا کیا سبب ہے؟ آپ نے اپنی غربت کے باوجود انھیں کس طرح یقین دلایا کہ آپ ان کے حقوق کے لیے لڑ سکتے ہیں؟

جواب: ہر جگہ کے عوام اپنی ضروریات اور مسائل کے لیے مقامی قیادت کی طرف دیکھتے ہیں' اور وہ اس وقت تک قیادت تبدیل نہیں کرتے جب تک کوئی گروہ آگے بڑھ کر پہلے کے مقابلے میں بہتر طریق پر عوام کے مسائل کو سمجھ کر ان کو حل کرنے کی صلاحیت کا یقین نہ دلا دے' اور پھر عملاً یہ کام کر کے بھی نہ دکھا دے۔

اس وقت ہمارے دیہات میں' جو ملک کی آبادی کا اصل مرکز ہیں' مقامی قیادت زمین داروں کے ہاتھ میں ہے' جو محکمہ مال' محکمہ انہار اور محکمہ جنگلات وغیرہ کے تعاون سے عوام کو کنٹرول کرتے ہیں۔ یہ چھوٹے یا بڑے زمین دار عوام کے مسائل کو حل کم کرتے ہیں' الجھاتے زیادہ ہیں۔ بلکہ بعض اوقات خود مسائل پیدا کرتے ہیں تاکہ اپنی طاقت اور سرکاری محکموں کی قوت سے عوام کو دبا کر رکھ سکیں۔ ان حالات میں جب تک کوئی فرد یا جماعت' عوام کے حقیقی مسائل کو سمجھنے کے بعد انھیں اپنے مقامی چودھریوں اور ان کے مددگار محکموں کے متعلقہ افراد کی چیرہ دستیوں سے نجات دلانے کی کوشش نہ کرے' عوام قیادت بدلنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتے۔

حالات کے اس تجزیے کے بعد میں نے خود یہی راستہ اختیار کیا اور ایک طرف تو پورے ضلع میں جماعت کی تمام مقامی شاخوں کو یہ ہدایت کی کہ بے شک ان کا منصب ایک داعی حق کا منصب ہے' تھانیدار اور داروغہ کا منصب نہیں ہے لیکن ان کچلے اور پسے ہوئے محروم و مظلوم عوام کے مسائل کو سمجھنا اور ان

کے حل کے لیے ان کی مدد اور رہنمائی کرنا، آپ پر لازم ہے۔ اس لیے ہر مقامی جماعت کے ہاں ایک شعبہ خدمت خلق اور دفتر شکایات کا ہونا ضروری ہے جس میں مقامی بااثر لوگوں کی زیادتیوں اور ظلم و ستم اور مختلف محکموں کے افسران کی دھاندلیوں کے خلاف لوگوں سے باقاعدہ تحریری درخواستیں وصول کی جائیں اور پھر ان کے مسائل حل کرنے کے لیے پورا زور لگایا جائے۔ چنانچہ ہم نے پورے ضلع میں اسی طرز پر کام کو منظم کیا ہے۔ مقامی جماعتیں عوام کی شکایات مقامی طور پر دور کرنے کے لیے اپنے ذرائع و وسائل استعمال کرتی ہیں اور ضرورت پڑے تو امیر ضلع کی مدد سے ضلعی افسران سے مل کر اور اگر ناگزیر ہو تو پریس اور عوامی پلیٹ فارم کو استعمال کر کے عوام کی شکایات کے ازالے کے لیے تگ و دو کرتی ہیں۔

بہ حیثیت امیر ضلع، میرا طریقہ یہ ہے کہ میں ایک طرف تو ضلع کے تمام عوامی مسائل پر نگاہ رکھتا ہوں۔ جہاں جاتا ہوں وہاں کے تمام بااثر افراد سے خواہ وہ جماعت کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں، ملاقات کرتا ہوں۔ اس میں حکام، علما، پیر اور دوسرے بااثر افراد شامل ہوتے ہیں۔ پھر میں کمروں کی بجائے چوپال میں بیٹھتا ہوں یا کھلے میدان میں عوام سے خطاب کرنے کے بعد ان کی ضروریات اور شکایات معلوم کرتا ہوں اور موقع پر ہی ان کی درخواستیں لکھوا کر ساتھ لے لیتا ہوں۔ خطاب کے بعد فوراً چلا نہیں آتا۔ ان کے پاس بیٹھ کر تبادلہ خیال کرتا ہوں۔ مقامی مسائل کے لیے وہیں پر کمیٹی بنا دی جاتی ہے جو متعلقہ محکموں اور افسران سے میری ہدایت کے مطابق خط و کتابت کرتی اور وفود بنا کر ملتی ہے۔ تمام شکایات، درخواستوں، یاد دہانیوں اور کارروائیوں کا ریکارڈ مقامی طور پر محفوظ اور موجود رہتا ہے۔ اس طرح ہم عوام کے بیشتر مسائل حل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ سرکاری دفاتر میں رشوت کی وبا کی وجہ سے بعض اوقات ٹال مٹول کا رویہ بھی اختیار کیا جاتا ہے لیکن مسلسل تعاقب اور دباؤ کی وجہ سے محکمے ہماری بات تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ بالفرض اگر کسی وقت کوئی کام نہ ہو سکے تو پوری بات اور اصل حقائق عوام کے سامنے رکھتے ہیں۔

اس طرح کام کر کے ہم نے ایک طرف تو عوام کو محرومی، مایوسی اور بے بسی کے احساس سے محفوظ رکھا ہے، اور دوسری طرف انھیں انتہاپسندی کی راہ پر چلنے اور انتہاپسند عناصر کے چنگل میں پھنسنے سے بچا لیا ہے۔ یہی عوام کو متبادل اور صحیح قیادت فراہم کرنے کا طریقہ بھی ہے۔

س: اس سلسلے میں آپ تحریک کے کارکن سے کیا کہنا پسند کریں گے؟

ج: امرواقعہ یہ ہے کہ یہ کام اگر کوئی تحریک سچائی کے ساتھ انجام دے سکتی ہے تو وہ جماعت اسلامی ہی ہے۔ دعوت اسلامی کے کام میں اخلاص نیت، عمل پیہم اور قربانی و ایثار بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ اس طرح تحریک اسلامی کے کارکن دوسری جماعتوں اور تنظیموں کے کارکنوں سے نمایاں اور ممتاز نظر آنے لگتے ہیں اور وہ معاشرے میں اپنا وجود منوا سکتے ہیں۔ ہمارے کارکنوں کی زندگی میں تصنع اور بناوٹ قطعاً نہیں ہونا چاہیے۔ مصنوعی طریقے سے "عوامی" بننے کی کوئی غیر معقول حرکت نہیں ہونی چاہیے۔ کارکنوں کے

لیے سیدھا طریقہ یہ ہے کہ جسم و جان کی ساری صلاحیتیں اور مال و دولت میں سے انھیں جو حصہ بھی ملا ہے، اس کو اللہ کی راہ میں اور اس کی مخلوق کی خدمت میں صرف کر ڈالیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے لیے کچھ بھی بچا کر نہ رکھیں۔ اس اخلاص و ایثار کا نتیجہ لازماً یہ نکلے گا کہ عوام دل و جان سے ایسے کارکنوں اور ایسی تحریک کے ساتھ ہو جائیں گے۔

عوام میں اسلام کی بات پھیلانے کے لیے اہم بات یہ ہے کہ جس دعوت کو ہم پیش کریں، اس کے لیے محض کتابت کو کافی نہ سمجھیں۔ کیونکہ اگر محض کتاب کوئی انقلاب برپا کر سکتی تو قرآن مجید کے ساتھ حضور نبی اکرمؐ کو مبعوث نہ کیا جاتا۔ کتابیں علم و دانش عطا کرتی ہیں لیکن انقلاب جیتے جاگتے انسان برپا کرتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن و حدیث پر مشتمل لٹریچر پڑھ کر ہم اس دعوت کا چلتا پھرتا نمونہ بن جائیں۔ لوگ اوراق پر لکھی ہوئی کتاب کو پڑھنے سے پہلے داعی کی کتاب زندگی پڑھنا چاہتے ہیں۔

ایک اور اہم بات جس پر میں خود عمل کرتا ہوں اور تحریک کے ہر کارکن کو اسے اپنانے کی نصیحت کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ تحریک کے راستے میں استقامت اختیار کرنی چاہیے۔ ایسی استقامت کہ نہ تو مایوس ہو کر ہم تھک ہار کر بیٹھ جائیں اور نہ بے صبر ہو کر اشتعال کی راہ اختیار کریں، بلکہ پورے عزم اور حوصلے کے ساتھ زندگی کی آخری سانس تک اللہ کی راہ پر قائم رہتے ہوئے لوگوں کو اس راہ کی طرف بلاتے رہیں--- اور اپنے تمام دنیاوی مفادات کے مقابلے میں اللہ کے دین کے کام کو--- اور ہر دوسری فکر پر غلبہ اسلام کی فکر کو ترجیح دیں۔

س: پاکستان کی اسلامی تحریک کو اپنی بات زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

ج: میری رائے اور مشورہ یہ ہے کہ ہمیں اب اپنے نصب العین کی بات ہر شخص کو سمجھانی چاہیے--- اب تک ہم بنیادی طور پر پڑھے لکھے لوگوں سے بات کرتے رہے ہیں، لیکن وقت آگیا ہے کہ ہم ہر شخص سے بات کریں۔ کیا تانگے والا اور کیا ریڑھی والا، ہم انھیں بتائیں کہ تمھاری اصل ضرورت یہ ہے کہ تمھارے ملک میں انصاف کا دور دورہ ہو۔ تمھارے حکمران عوام کے ساتھ سچ بولیں اور تمھارے معاشرے میں دیانت داری کا چلن ہو۔ یہ سب کچھ تمھیں اسلامی نظام دے سکتا ہے۔ سچائی، انصاف اور دیانت دوسرے کسی نظام سے نہیں مل سکتے--- ہمیں یہ باتیں سب سے کہنی چاہییں۔ پڑھے لکھے لوگوں کو ہم یہی چیزیں اپنے لٹریچر کے ذریعے سمجھاتے رہے ہیں۔ اب عام لوگوں کو خود مل کر سمجھانی چاہییں۔

آج عرف عام میں جن لوگوں کو غنڈے، بداخلاق اور بدمعاش کہا جاتا ہے، یہ وہی افراد ہیں جنھوں نے اپنی صلاحیتوں کو بھرپور طریقے پر شیطان کے راستے پر لگا رکھا ہے۔ اگر ہم ان کی صلاحیتوں کا رخ صراط مستقیم کی طرف پھیرنے میں کامیاب ہو جائیں تو یہ لوگ بہت مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہ اپنی صلاحیتوں کا استعمال خوب کرتے ہیں۔ جس کام پر آمادہ ہو جائیں، اس کے لیے ڈٹ جانا، ہر طرح کی قربانی دینا اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا کر دم لینا، ان کی فطرت ثانیہ ہے۔ ان میں جرأت، دلیری اور اپنے مقصد کے لیے تن

من دھن قربان کر دینے کے اوصاف موجود ہوتے ہیں۔ الجھن یہ رہی ہے کہ عام طور پر ایسے افراد کے ساتھ بات چیت' میل ملاپ اور تعلقات کو خلاف تقویٰ خیال کیا جاتا رہا ہے۔ درحقیقت یہ لوگ جو چوراہوں پر کھڑے اور سڑکوں' ہوٹلوں اور فٹ پاتھوں پر ٹولیوں کی شکل میں آوارہ پھرتے نظر آتے ہیں' اس قوم کا جوہر قابل بن سکتے ہیں۔ ان ہی میں سے ہمیں وہ شاہباز و شاہین میسر آ سکتے ہیں جو سچائی کی راہ میں انقلابی کردار ادا کر سکتے ہیں۔

ہونا یہ چاہیے کہ جن لوگوں کو تحریک سے روشناس کرانا مقصود ہو' ان سے محض رسمی نوعیت کے روابط پر اکتفا نہ کیا جائے' بلکہ آپ ان کے دکھ درد میں بھی شریک ہوں' ان کی ذہنی الجھنوں' پریشانیوں اور معاشی و معاشرتی مشکلات کو بھی سمجھیں۔ پھر ان کے حسب حال کوئی کتاب دیں۔ کتاب دینے میں جلد بازی صحیح نہیں۔ آپ کو خود بھی لٹریچر پر اتنی گہری نظر ضرور رکھنی چاہیے کہ آپ کو معلوم ہو کہ کون سی کتاب کون سے سوالات کا جواب دیتی ہے اور کون سی الجھنوں کا حل پیش کرتی ہے۔ اس طرح جب آپ کسی سے مفصل ملاقاتیں کر کے اور اس کے ذہن کو پڑھ کر اس کے حسب حال لٹریچر دیں گے تو اسے آپ کا ساتھی بننے میں دیر نہیں لگے گی۔ آپ کی حیثیت دراصل اس حکیم کی ہونی چاہیے جو ایک طرف مریض اور مرض کے اسباب پر گہری نگاہ رکھتا ہو اور دوسری طرف دوائیوں کے خواص بھی اس کے علم میں ہوں۔ اگر آپ اناڑی عطائی کی طرح کام کریں گے جسے نہ مرض اور مریض سے کوئی واقفیت ہوتی ہے اور نہ اپنے دواخانے کی دوائیوں کا صحیح علم ہوتا ہے' تو آپ مریض کو صحت یاب نہیں کر سکیں گے۔

ہر کارکن اس کام کو خانہ پری کے طور پر نہیں بلکہ اس احساس کے ساتھ انجام دے کہ اسے تحریک کی ایک اہم ذمہ داری پوری کرنی ہے اور اس کے ذریعے توسیع دعوت کے ٹھوس نتائج حاصل کرنے ہیں۔ ان سرگرمیوں کو ڈرائنگ روم تک نہیں سمٹ جانا چاہیے۔ اسلامی نظام نشستند و گفتند و برخاستند کے بجائے آگے بڑھ کر اور ایک ایک آدمی تک پہنچ کر کام کرنے سے آ سکتا ہے۔ آپ افراد کے سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں پوری کیجیے' ان شاء اللہ معاشرے کو بدلتے دیر نہیں لگے گی۔

س: جماعت کے کام کو آگے بڑھانے کے لیے کیا کیا جائے؟

ج: ہمیں تین بنیادی باتوں کی طرف خاص طور پر توجہ دینی چاہیے (۱) تنظیم (۲) تربیت اور (۳) فعال لیڈر شپ۔

۱۔ ہمیں اپنے تنظیمی ڈھانچے کو مضبوط کرنا چاہیے۔ حالات کے چکرا دینے والے اتار چڑھاؤ میں یہ ڈھانچہ بہت کمزور ہو گیا ہے' اسے مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔

۲۔ انتخابات کے نتیجے میں حاصل ہونے والے نئے کارکنوں کی تربیت کر کے ان کو تحریک میں جذب کیا جائے۔ اس کے لیے جہاں ان کو لٹریچر پڑھانے اور تربیتی کورس میں سے گزارنے کی ضرورت ہے وہاں اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ سوسائٹی میں ان کا جو حقیقی مقام تھا وہ ان کو دیا جائے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ باا ثر

لوگوں کو مختلف رفاہی اور خدمت خلق کے کاموں کا ذمہ دار بنایا جائے۔

۳۔ نوجوان نسل میں سے جو طبقہ انتخابات میں ہمارے قریب آیا ہے وہ کسی موثر اور فعال قیادت کا خواہش مند ہے۔ تحریک کے ذمہ داروں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی نگرانی میں ایک سرگرم، فعال اور ممکن ہو تو جواں سال قیادت کو آگے لائیں تاکہ پرانے اور نئے افراد کو سنبھالا اور متحرک کیا جا سکے۔

تحریک اسلامی کا اصل سرمایہ اخلاق ہے۔ اسی کے زور سے ہم لوگوں کو اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں۔ اس لیے یہ انتہائی ضروری ہے کہ کارکن اخلاقی لحاظ سے اپنے آپ کو ہر وقت اعلیٰ مقام پر فائز رکھیں۔ تحریک کے بزرگ راہنماؤں اور مخلص کارکنوں نے بڑی قربانیاں دے کر قوم کے سامنے تحریک کے وقار اور اس کے مقام کو بلند کیا ہے۔ اب اگر آپ کی کسی اخلاقی کوتاہی یا معاملات کی خرابی سے کسی جگہ بھی تحریک کی نیک نامی کو بٹہ لگا تو لوگوں کے دل و دماغ تحریک اسلامی کے پیغام کے لیے بند ہو جائیں گے۔ اس لیے تحریک کے کارکنوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ کچھ نقصان اٹھا کر اور ایثار کو شعار بنا کر عوام کے درمیان اپنے معاملات کو درست اور باوقار رکھنے کی فکر کریں۔

عوام الناس کارکنوں کا صرف انفرادی تقویٰ اور نماز روزہ ہی نہیں دیکھتے بلکہ وہ ان کے معاملات پر بھی نظر رکھتے ہیں۔ اس لیے نظم جماعت کے ذمہ داروں کا فرض ہے کہ وہ اس پہلو سے کوئی ڈھیل نہ پیدا ہونے دیں۔ کام میں کوتاہی تو برداشت ہو سکتی ہے لیکن ارکان اور کارکنوں کی اخلاقی کمزوریاں اور لوگوں کے ساتھ ان کے معاملات نظرانداز کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ معاملات کی خرابیوں کو برداشت کر لینا جماعت کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔ لہٰذا جب کسی کارکن کے بارے میں کسی ایسی کوتاہی کا پتا چلے، تو وہاں کی پوری جماعت کو پورے خلوص، ہمدردی اور جذبہ خیر خواہی کے ساتھ اپنے اس ساتھی کو سنبھالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ورنہ وہ خود بھی ضائع ہو گا اور اپنی بری مثال سے دوسروں کے لیے بھی غلط راستہ کھول دے گا۔ اگر اصلاح نہ ہو سکے تو ایسے آدمی کو ایک لمحے کے لیے بھی جماعت کے ساتھ وابستہ نہیں رکھنا چاہیے۔

جماعت اسلامی اس بحرانی دور سے گزرتے ہوئے اپنے خلوص، پیہم جدوجہد اور مسلسل کام کے ذریعے چند برسوں کے اندر اندر کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہے اور جماعت اسلامی کی کامیابی پاکستان میں اسلامی نظام کی سربلندی کا اعلان بن کر آئے گی۔ ان شاء اللہ! ("آخری انٹرویو" قاضی رحمت اللہ۔ ہفت روزہ آئین، اشاعت خاص ڈاکٹر نذیر احمد شہید"، جلد ۱۰، شمارہ ۲۷-۲۸، ۲ جمادی الاول ۱۳۱۲ھ، ۱۵ جون ۱۹۷۲ء، ص ۱۴، ۱۵، ۲۰، تدوین: م - س)۔